Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 04, October - December 2025, **PP**: 230-239
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

منفی امن سے آگے: قرآنی فقہ اور اقوام متحدہ کے چارٹر میں تدارکی سفارت کاری کا تقابلی جائزہ

Beyond Negative Peace: A Comparative Analysis of Preventive Diplomacy in Qur'anic Jurisprudence and the UN Charter

1. Dr. Hafiz Ruvaifa Khan hafiz.ruvaifa@iub.edu.pk	*Lecturer,* *Department of Quranic Studies,* *The Islamia University of Bahawalpur.*
2. Hafiz Abdul Basit hafizabdulbasitchishti@gmail.com	*PhD Scholar,* *Department of Quranic Studies,* *The Islamia University of Bahawalpur.*

How to Cite:	Dr. Hafiz Ruvaifa Khan and Hafiz Abdul Basit. 2025: "Beyond Negative Peace: A Comparative Analysis of Preventive Diplomacy in Qur'anic Jurisprudence and the UN Charter". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (04): 230-239.
Article History:	**Received**: 18-11-2025 / **Accepted**: 26-12-2025 / **Published**: 31-12-2025

Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI, Advanced Sciences Index, Advanced Science Index, CiteFactor, Asian Research Index, SCI, Google Scholar, اردو جرائد اشاریہ, تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ, ADL Asian Digital Library, EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development

منفی امن سے آگے: قرآنی فقہ اور اقوام متحدہ کے چارٹر میں تدارکی سفارت کاری کا تقابلی جائزہ

Beyond Negative Peace: A Comparative Analysis of Preventive Diplomacy in Qur'anic Jurisprudence and the UN Charter

1. **Dr. Hafiz Ruvaifa Khan**
Lecturer, Department of Quranic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
hafiz.ruvaifa@iub.edu.pk

2. **Hafiz Abdul Basit**
PhD Scholar, Department of Quranic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
hafizabdulbasitchishti@gmail.com

Abstract

This article explores the Quranic foundations of international conflict resolution, presenting a comprehensive comparative analysis with modern international laws such as the United Nations Charter and the Universal Declaration of Human Rights (UDHR). While contemporary legal frameworks primarily focus on "negative peace", the mere absence of armed conflict, the Quran advocates for "positive peace" by actively addressing the psychological, socio-economic, and political root causes of violence. Through a detailed examination of principles like the absolute sanctity of human life, socio-economic equity, and the strict observance of international treaties (Pacta Sunt Servanda), this paper argues that the Quranic paradigm offers a more holistic, moral, and enforceable mechanism for global harmony. Contemporary geopolitical crises, including the failures of the UN Security Council's veto system and the devastating impacts of modern proxy wars, are critically evaluated against the Quranic concept of absolute justice, diplomacy, and deterrence. Ultimately, the study concludes that integrating these timeless Quranic principles, which emphasize both individual moral purification and equitable statecraft, is essential for achieving sustainable global peace and resolving modern international conflicts.

Keywords: *Dispute Resolution, International Law, Peace System, Quranic Principles, Human Rights, Social Harmony.*

تمہید

انسانی تاریخ اور ارتقائے تہذیب کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ قیامِ امن اور تنازعات کا حل ہمیشہ سے انسانیت کا سب سے پیچیدہ اور سنگین مسئلہ رہا ہے۔ دورِ قدیم کی قبائلی عصبیتوں اور خونی رنجشوں سے لے کر موجودہ عہد کی ہولناک ایٹمی اور ٹیکنالوجیکل جنگوں تک، انسان نے ہر دور میں امن کو ایک گمشدہ میراث کے طور پر تلاش کیا ہے۔ موجودہ عالمی منظر نامے میں ہم دیکھتے ہیں کہ اقوامِ متحدہ کے قیام، اس کے چارٹر، اور بین الاقوامی قوانین کی بھاری بھر کم موجودگی کے باوجود ریاستیں اور مختلف گروہ مسلسل تصادم کی راہ پر گامزن ہیں۔ ان حالات میں یہ سوال نہایت شدت اختیار کر گیا ہے کہ کیا انسان کے وضع کردہ تمام تر مادی قوانین پائیدار امن لانے میں ناکام ہو چکے ہیں؟

یہ تحقیق دراصل قرآنِ کریم کے اسی آفاقی اور ابدی نظامِ امن کا ایک علمی اور قانونی جائزہ پیش کرتی ہے جو جدید بین الاقوامی قانون کے مقابلے میں زیادہ جامع، ہمہ گیر اور قابلِ نفاذ ہے۔ قرآنی فریم ورک محض مذہبی وعظ و نصیحت نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات اور ریاستی قانون ہے جو انفرادی سطح سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک محیط ہے۔ اسلام اور امن کا تعلق محض اتفاقی

نہیں بلکہ لغوی اور معنوی اعتبار سے لازم و ملزوم ہے۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ حقیقی امن صرف طاقت کے توازن پر قائم نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کے لیے عدلِ اجتماعی اور تکریمِ انسانیت کے ان اصولوں کو اپنانا ہوگا جو فطرت کے عین مطابق ہیں۔

عصرِ حاضر کے سیاسی اور سماجی تنازعات کی جڑیں معاشی استحصال، نسلی تفاخر، اور طاقت کے بے جا استعمال میں پیوست ہیں۔ جدید سیکولر قوانین عموماً جرم سرزد ہونے کے بعد حرکت میں آتے ہیں۔ اس کے برعکس، قرآنِ حکیم کا اسلوب تدارکی (Preventive) ہے۔ قرآن تنازع کے ظہور سے پہلے ان نفسیاتی اور سماجی محرکات کا سدِباب کرتا ہے جو جنگ کا پیش خیمہ بنتے ہیں۔ موجودہ دور میں فلسطین، شام اور یوکرین کی صورتحال جدید قانونی ڈھانچے کی ناکامی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ان حالات میں قرآنی اصولوں کی معنویت مزید بڑھ جاتی ہے۔ اسی تناظر میں ایک ایسے متبادل، جامع اور مؤثر قانونی و اخلاقی ڈھانچے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو محض مادی مفادات کے بجائے انسانی فطرت اور عدلِ اجتماعی کی ٹھوس بنیادوں پر استوار ہو۔ قرآنِ کریم بطور آفاقی کتابِ ہدایت ایک ایسا منفرد اور ہمہ گیر نظام پیش کرتا ہے جو محض سطحی اور ظاہری قوانین کے نفاذ تک محدود نہیں، بلکہ وہ انسانی شعور اور روح کی گہرائیوں میں اتر کر امن کی حقیقی آبیاری کرتا ہے۔ اسلام اور امن کا باہمی تعلق کوئی اتفاقی امر نہیں بلکہ لغوی اور معنوی اعتبار سے یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں؛ لفظ "اسلام" مادہ "سلم" سے نکلا ہے جس کے معنی ہی سلامتی اور امن کے ہیں،[1] اور قرآن کی رو سے اللہ کا ایک صفاتی نام بھی "السّلام" ہے جس کا مطلب امن دینے والا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

ٱلْمَلِكُ ٱلْقُدُّوسُ ٱلسَّلَٰمُ ٱلْمُؤْمِنُ ٱلْمُهَيْمِنُ۔[2]

وہی بادشاہ ہے، نہایت مقدس، سراسر سلامتی، امن دینے والا، نگہبان۔

مثبت اور منفی امن: قرآنی اور سیکولر قوانین کا موازنہ

اس علمی بحث کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ قرآنِ مجید کا تصورِ امن جدید سیاسیات کے تصورات سے یکسر مختلف اور کہیں زیادہ گہرا ہے۔ جدید بین الاقوامی قانون، جیسے کہ اقوام متحدہ کے چارٹر کی دفعہ 2(4)، ریاستوں کو محض طاقت کے استعمال سے روکتا ہے۔ یہ دفعہ جدید بین الاقوامی قانون کا ایک بنیادی اور حتمی اصول (Jus Cogens) تسلیم کی جاتی ہے۔

> "All Members shall refrain in their international relations from the threat or use of force against the territorial integrity or political independence of any state, or in any other manner inconsistent with the Purposes of the United Nations."[3]

تمام اراکین اپنے بین الاقوامی تعلقات میں کسی بھی ریاست کی علاقائی سالمیت یا سیاسی آزادی کے خلاف، یا اقوام متحدہ کے مقاصد سے متصادم کسی بھی دوسرے طریقے سے، طاقت کے استعمال یا اس کی دھمکی سے گریز کریں گے۔

اگر دقیق نظر سے دیکھا جائے تو جو اس دفعہ میں بیان کیا گیا ہے وہ صرف اور صرف "منفی امن (Negative Peace)" یا محض جنگ کی غیر موجودگی ہے۔ لیکن اس کے برعکس، قرآنِ حکیم "مثبت امن (Positive Peace)" کا علمبردار ہے جس کا بنیادی ہدف معاشرے سے خوف، جبر، محرومی اور استحصال کا مکمل خاتمہ ہے۔ دورِ حاضر کے سیکولر قوانین عموماً اس وقت حرکت میں آتے ہیں جب کوئی جرم یا تنازع سرزد ہو چکا ہوتا ہے؛ گویا یہ قوانین محض علامات (Symptoms) کا علاج کرتے ہیں۔ لیکن قرآنی اسلوبِ کار تدارکی (Preventive) نوعیت کا ہے، جو کسی بھی تنازع کے ظہور سے پہلے ہی ان نفسیاتی، معاشی اور سماجی محرکات کا سدِباب کر دیتا ہے جو آگے چل کر جنگ، فساد یا خونی تصادم کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، جدید انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ 1948 (UDHR) اپنی دفعہ 3 کے تحت ہر انسان کو جینے کا حق (Right to Life) دیتا ہے،[4] اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی

کے منظور کردہ انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے (Universal Declaration of Human Rights) کی دفعہ 3 کا متن ہے:

"Everyone has the right to life, liberty and security of person."[5]

ہر شخص کو اپنی جان، آزادی اور ذاتی تحفظ کا حق حاصل ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران ہونے والی نسل کشی اور انسانیت سوز ہولناکیوں کے بعد، اس اعلامیے کی تشکیل کا بنیادی مقصد انسانی جان، وقار اور مساوات کو عالمی سطح پر قانونی تحفظ فراہم کرنا تھا۔ اعلامیے کی دفعہ 3 کو تمام انسانی حقوق کا سنگِ بنیاد (Cornerstone) تسلیم کیا جاتا ہے، کیونکہ انسانیت کے دیگر تمام سیاسی، معاشی اور سماجی حقوق کے نفاذ کا دارومدار فرد کی زندگی اور اس کے تحفظ پر ہے۔ اس شق کے تین بنیادی اور لازم و ملزوم اجزاء درج ذیل ہیں:

1. **جینے کا حق (Right to Life):** اس اصول کے تحت کسی بھی انسان کو من مانے (Arbitrary) یا ماورائے عدالت طریقے سے اس کی زندگی سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ حق اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ریاستیں انسانی جان کے تحفظ کے لیے مثبت اقدامات کریں۔
2. **آزادی کا حق (Right to Liberty):** اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر انسان پیدائشی طور پر آزاد ہے اور اسے غلامی، جبر، یا غیر قانونی حراست کا نشانہ نہیں بنایا جاسکتا۔
3. **ذاتی تحفظ (Security of Person):** یہ جز ریاست کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ شہریوں کو جسمانی اور ذہنی تشدد، غیر انسانی سلوک، اور بیرونی یا اندرونی خطرات سے محفوظ رکھے۔

تاہم، بین الاقوامی قانون اور سیاسیات کے ماہرین کے نزدیک، انسانی حقوق کے عالمی منشور (UDHR) کی دفعہ 3 ایک شاندار مثال ہونے کے باوجود اپنے نفاذ کے اعتبار سے سنگین خامیوں کا شکار ہے۔ معروف قانونی مفکر ایرک پوزنر (Eric Posner) کے مطابق، انسانی حقوق کا بین الاقوامی قانونی ڈھانچہ انتہائی مثالی ہے، لیکن ریاستوں کے پاس اس پر عمل درآمد کروانے کا کوئی مؤثر عالمی طریقہ کار موجود نہیں، جس کی وجہ سے یہ قوانین اکثر طاقتور ریاستوں کے مفادات کے تابع ہو جاتے ہیں۔ ایرک پوزنر (Eric Posner) کہتے ہیں:

"The human rights movement has failed... states have not improved their human rights behavior because of human rights treaties."[6]

انسانی حقوق کی تحریک ناکام ہو چکی ہے... ریاستوں نے انسانی حقوق کے معاہدوں کی وجہ سے اپنے طرزِ عمل میں کوئی بہتری نہیں لائی ہے۔

اسی طرح، جیک ڈونیلی (Jack Donnelly) اس خامی کی نشاندہی کرتے ہیں کہ انسانی حقوق کا تصور تو آفاقی ہے، لیکن ان کا نفاذ مکمل طور پر قومی ریاستوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے، جس سے ایک گہرا نفاذی خلا پیدا ہوتا ہے۔

The international human rights regime is characterized by a striking paradox: the standards are universal, but the implementation is almost entirely national.[7]

انسانی حقوق کا بین الاقوامی نظام ایک حیرت انگیز تضاد کا شکار ہے۔ اس کے معیارات تو آفاقی ہیں، لیکن اس کا نفاذ تقریباً مکمل طور پر قومی ریاستوں کی صوابدید پر ہے۔

اونا ہیتھوے (Oona Hathaway) کی تجرباتی تحقیق مزید ثابت کرتی ہے کہ محض بین الاقوامی معاہدات پر دستخط سے

انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں میں کمی نہیں آتی جب تک کہ اندرونی اور بیرونی احتساب کا مضبوط نظام موجود نہ ہو۔ لکھتے ہیں:

"Treaty ratification is not systematically associated with better human rights practices and is in some cases associated with worse practices."[8]

معاہدوں کی توثیق کا تعلق منظم طور پر انسانی حقوق کی بہتر پاسداری سے نہیں ہے، اور بعض صورتوں میں تو یہ بدترین طرزِ عمل سے منسلک ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جدید سیکولر قانون کے تحت اس حق کی ضمانت کا مکمل انحصار صرف اور صرف ریاست کی طاقت اور اس کے اداروں کے خوف پر ہوتا ہے۔ اس مادی قانون کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ جب ریاست خود آمرانہ خدوخال اختیار کر لے، یا عالمی سطح پر بڑی طاقتیں اپنے مفادات کے لیے جنگ مسلط کر دیں، تو اس قانون کی عملداری ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے پیچھے کوئی ماورائے مادہ، اخلاقی، یا الٰہی احتساب کا تصور موجود نہیں ہے جو فرد یا ریاست کو اس وقت بھی ظلم سے روکے جب اسے کسی عالمی عدالت کا ڈر نہ ہو۔ اسی قانونی اور اخلاقی خلا کی نشاندہی مقالے کے بنیادی استدلال میں کی گئی ہے، جہاں واضح کیا گیا ہے کہ قرآن انسانی جان کے تحفظ کو محض ریاست کی ذمہ داری تک محدود نہیں کرتا، بلکہ اسے ایک تکوینی اور الٰہی فریضہ قرار دیتا ہے۔ قرآن انسانی جان کی حرمت کو براہِ راست خوفِ خدا اور یومِ حساب کی جوابدہی کے ساتھ جوڑتا ہے، جو قانون کی پاسداری کا ایک ایسا داخلی اور غیر مشروط محرک پیدا کرتا ہے جسے کوئی مادی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔

قرآن اس سے کئی قدم آگے بڑھ کر انسانی جان کی حرمت کو ایک آفاقی اور ابدی قانون کا درجہ دیتا ہے، جس میں ریاست کے خوف کے ساتھ ساتھ خدا کا خوف اور آخرت کی جوابدہی کا تصور شامل ہے، جو قانون کی غیر مشروط پاسداری کو یقینی بناتا ہے۔ قرآن واضح کرتا ہے کہ ایک بے گناہ انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے:

مَن قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِى ٱلْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا ٱلنَّاسَ جَمِيعًا۔[9]

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا، اور جس نے کسی کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی۔

امام فخر الدین رازیؒ کی تشریح کے مطابق ایسا قاتل دراصل انسانیت کے اجتماعی احترام کو پامال کرنے کی جرات کرتا ہے جو معاشرے کے امن کے لیے زہرِ قاتل ہے۔[10] موجودہ دور کے عالمی تنازعات کا تجزیہ اس بات کی قلعی کھول دیتا ہے کہ جدید بین الاقوامی نظام کس طرح اپنے دوہرے معیار کا شکار ہے۔ فلسطین اور بالخصوص غزہ میں اکتوبر 2023 سے شروع ہونے والی اسرائیلی جارحیت اور انسانی حقوق کے چارٹر کی موجودگی کے باوجود ہسپتالوں اور پناہ گزین کیمپوں پر حملے اس بات کا ثبوت ہیں کہ موجودہ عالمی نظام "عدل" کی بجائے "طاقت (Might is Right)" کے اصول پر چل رہا ہے۔ جب بین الاقوامی عدالت انصاف (ICJ) میں نسل کشی کے الزامات پر غور ہوتا ہے تو سلامتی کونسل میں بڑی طاقتوں کے ویٹو (Veto) کے ذریعے جنگ بندی کی قراردادیں مسترد کر دی جاتی ہیں۔ اسی طرح یوکرین اور روس کا تنازع اور شام کا بحران جدید سفارت کاری کی ناکامی کی زندہ مثالیں ہیں۔

عالمی نظامِ عدل، سیاسی حقیقت پسندی اور قرآنی اصولِ مساوات

قرآنِ کریم امن کے قیام کے لیے جو خاکہ پیش کرتا ہے، وہ کسی خیالی یوٹوپیا پر مبنی نہیں بلکہ اس کی جڑیں ٹھوس حقیقت پسندی میں پیوست ہیں۔ امن کا قیام اس وقت تک ناممکن ہے جب تک عدل و انصاف کے تقاضے پورے نہ کیے جائیں۔ مشہور امریکی

مفکر جان رالز (John Rawls) انصاف کو ایک سماجی معاہدے (Social Contract) کے طور پر دیکھتے ہیں۔ رالز کے نزدیک انصاف کے اصول وہ ہیں جن پر آزاد اور باشعور افراد ایک مساوی ابتدائی حالت (Original Position) میں متفق ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اس نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"My aim is to present a conception of justice which generalizes and carries to a higher level of abstraction the familiar theory of the social contract as found, say, in Locke, Rousseau, and Kant... The guiding idea is that the principles of justice for the basic structure of society are the object of the original agreement."[11]

میرا مقصد انصاف کا ایک ایسا تصور پیش کرنا ہے جو لاک، روسو اور کانٹ کے ہاں پائے جانے والے سماجی معاہدے کے معروف نظریے کو وسعت دے کر اسے تجرید کی ایک اعلیٰ سطح پر لے جائے۔۔۔ اس کا بنیادی خیال یہ ہے کہ معاشرے کے بنیادی ڈھانچے کے لیے انصاف کے اصول ہی دراصل اس ابتدائی معاہدے کا اصل ہدف ہیں۔

لیکن قرآن کے نزدیک عدل ایک الٰہی فریضہ ہے۔ قرآن "عدلِ مطلق" کا تقاضا کرتا ہے جس میں دوست اور دشمن کی تمیز نہیں رکھی جاتی۔ سورۃ المائدہ اس بات کا کڑا حکم دیتی ہے کہ کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں انصاف کرنے سے باز نہ رکھے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ ۚ ٱعْدِلُوا۟ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ[12]

اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر نہ ابھارے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

امریکی ماہرِ عمرانیاتِ قانون (Sociology of Law) مارک گیلینٹر (Marc Galanter) نے اپنے شہرہ آفاق تحقیقی مقالے "Why the 'Haves' Come Out Ahead" (وسائل رکھنے والے کیوں ہمیشہ جیت جاتے ہیں؟) میں جدید قانونی نظام کی ساختی خامیوں کو بے نقاب کیا ہے۔ مارک گیلینٹر نے جدید عدالتی نظام میں "اشرافیہ کے استثنیٰ" کی نشاندہی کی ہے۔ گیلینٹر کے مطابق، جدید قانون کا نظام اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ وسائل رکھنے والا طاقتور طبقہ، جسے وہ Repeat Players کا نام دیتے ہیں، ہمیشہ عام آدمی کے مقابلے میں فائدے میں رہتا ہے۔ گیلینٹر اس تلخ حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"We have seen that the architecture of the legal system tends to confer overlapping advantages on the 'haves' (the repeat players). [...] They have advance intelligence... they develop expertise and have ready access to specialists; they enjoy economies of scale... and they can play for the rules as well as immediate gains."[13]

ہم نے دیکھا ہے کہ قانونی نظام کا ساختیاتی ڈھانچہ 'وسائل رکھنے والوں' (یعنی طاقتور طبقات) کو مسلسل اور دوہرے فوائد پہنچانے کا رجحان رکھتا ہے۔ [...] ان کے پاس پیشگی معلومات ہوتی ہیں... وہ قانونی مہارت تیار کر لیتے ہیں اور ماہرین تک ان کی فوری رسائی ہوتی ہے؛ وہ وسائل کی کثرت کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں... اور وہ محض وقتی فوائد حاصل کرنے کے بجائے (مستقبل کے) قوانین کو اپنے حق میں تبدیل کروانے کے لیے بھی عدالتی جنگ لڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

قرآن اس تصور کو سختی سے مسترد کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہؓ کی مثال دے کر واضح کر دیا تھا کہ قانون کمزور اور طاقتور سب کے لیے یکساں ہے:

وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔[14]

خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

حضرت علیؓ کا اپنے ہی دورِ خلافت میں ایک غیر مسلم شہری کے خلاف قاضی شریح کی عدالت میں مقدمہ ہار جانا اس بات کی وہ تاریخی نظیر ہے جو ثابت کرتی ہے کہ آزاد اور غیر جانبدار عدلیہ ہی امن کی حقیقی ضامن ہو سکتی ہے۔[15]

معاشی عدل اور سماجی ہم آہنگی بطورِ ضامنِ امن

معاشی استحصال اور محرومی دنیا میں ہونے والی خانہ جنگیوں کی ایک بہت بڑی وجہ ہیں۔ قرآن کریم اس محرک کو ختم کرنے کے لیے ارتکازِ دولت کو حرام قرار دیتا اور زکوٰۃ، صدقات، اور وراثت کی تقسیم کے ذریعے دولت کو گردش میں لاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور کی اجرت پسینہ سوکھنے سے پہلے دینے کا حکم دیا:

أَعْطُوا الأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ۔[16]

مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو۔

یہ احکامات دراصل سماجی سطح پر امن قائم کرنے کے وہ معاشی ضابطے ہیں۔ معاشی انصاف کے ساتھ ساتھ سماجی ہم آہنگی کے لیے قرآن نے نسل پرستی کو بھی جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ ہٹلر کے نظریات سے لے کر آج کی وائٹ سپریمیسی تک، انسان نے اپنی نام نہاد برتری میں خون بہایا ہے۔ لیکن قرآن نے "وحدتِ آدم" کا فلسفہ دیا:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْ۔[17]

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع میں یہ اعلان جدید اعلامیہ انسانی حقوق سے صدیوں قبل دیا گیا انسانی مساوات کا آئین تھا:

لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى۔[18]

کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی عجمی کو عربی پر، اور کسی سرخ (گورے) کو کالے پر، اور کسی کالے کو سرخ پر کوئی برتری حاصل نہیں، سوائے تقویٰ کے۔

معاشرتی استحکام، ڈیجیٹل دور کے چیلنجز اور قرآنی تدارک

قرآن نے زمین پر "فساد" پھیلانے کی انتہائی سخت ممانعت کی ہے۔ سماجی ہم آہنگی کو نقصان پہنچانے والی دیگر بیماریوں جیسے کہ دوسروں کے معاملات میں بے جا تجسس کرنا، جاسوسی کرنا اور غیبت کرنا بھی قرآن کی رو سے حرام ہیں:

وَلَا تَجَسَّسُواْ وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا۔[19]

اور نہ (ایک دوسرے کے حالات کی) ٹوہ لگایا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔

یہ احکامات بین الاقوامی قانون کے تناظر میں "حقِ رازداری" کی وہ بنیادیں فراہم کرتے ہیں جو ریاستوں کی خود مختاری کے لیے ناگزیر ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تجسس سے انسان دوسروں کے عیب ڈھونڈتا ہے جس سے دلوں میں نفرت اور حقارت جنم لیتی ہے۔[20] آج کے ڈیجیٹل دور میں افواہوں اور فیک نیوز سے ریاستی امن کو جو خطرات لاحق ہیں، قرآن نے چودہ سو سال قبل اس کا یہ تدارک کر دیا تھا:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقُۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوْمًۢا بِجَهَـٰلَةٍ۔[21]

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، مبادا کہ تم کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا بیٹھو۔

بین الاقوامی سفارت کاری اور معاہدات کی پاسداری

جدید دور میں "ویانا کنونشن آن لاء آف ٹریٹیز 1969" کے آرٹیکل 26 کے تحت ریاستیں معاہدوں کی پاسداری کی پابند ہیں۔

"Every treaty in force is binding upon the parties to it and must be performed by them in good faith."[22]

ہر وہ معاہدہ جو نافذ العمل ہو، وہ اس کے فریقین پر قانونی طور پر لازم ہے، اور ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسے نیک نیتی کے ساتھ پورا کریں۔

لیکن عملی طور پر مفادات کے ٹکراؤ پر یہ کاغذ کا ٹکڑا ثابت ہوتے ہیں۔ قرآن نے معاہدوں کی پاسداری کو ایمانی عہد قرار دیا ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابو جندلؓ کا واقعہ بین الاقوامی قانون کی وہ روشن نظیر ہے جہاں اسلامی ریاست نے سفارتی معاہدے کا احترام کیا۔[23] یکطرفہ طور پر کوئی معاہدہ ختم نہیں کیا جا سکتا، بلکہ برابری کی سطح پر اعلان ضروری ہے:

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَٱنۢبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَآءٍۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْخَآئِنِينَ۔[24]

اور اگر تمہیں کسی قوم سے خیانت (عہد شکنی) کا اندیشہ ہو تو تم بھی برابری کی بنیاد پر ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو، بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

جہاں تک تنازعات کے حل کا تعلق ہے، تو قرآن کا زور تلوار کے بجائے مکالمے پر ہے۔ نبی کریم ﷺ کی جانب سے ہرقلِ روم، کسریٰ فارس، اور مقوقس مصر کو لکھے گئے خطوط دراصل ایک سفارتی اقدام تھے۔[25]

نظریہ جنگِ جائز (Just War Theory) اور قوانینِ جنگ (Jus in Bello)

جب تمام پرامن ذرائع ناکام ہو جائیں، تو جنگ ایک ناگزیر حقیقت بن جاتی ہے۔ مشہور روسی مفکر لیو ٹالسٹائی (Leo Tolstoy) مکمل امن پسندی اور عدم تشدد کے نظریے کے سب سے بڑے علمبردار مانے جاتے ہیں۔ اپنی شہرہ آفاق کتاب "The Kingdom of God is Within You" میں وہ یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ مذہبی تعلیمات کا نچوڑ صرف اور صرف "برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینا (Non-resistance to evil)" ہے۔ اس بنیاد پر وہ ریاست، فوج اور پولیس جیسے ریاستی اداروں کو مذہب کی روح کے خلاف قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کی بنیاد جبر اور طاقت کے استعمال پر ہے۔ ٹالسٹائی اپنے اس انتہائی یوٹوپیائی (Utopian) نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"The doctrine of non-resistance to evil by violence is not some obscure rule... but is the very key to the whole Christian teaching. [...] A Christian cannot participate in war, or in the preparations for it, nor can he make use of the state institutions which are based on violence."[26]

طاقت کے ذریعے برائی کی عدم مزاحمت کا نظریہ کوئی غیر واضح اصول نہیں... بلکہ یہ پوری مسیحی تعلیمات کی اصل کنجی ہے۔ [...] ایک سچا عیسائی جنگ یا اس کی تیاریوں میں حصہ نہیں لے سکتا، اور نہ ہی وہ ریاستی اداروں کا استعمال کر سکتا ہے جن کی بنیاد تشدد پر قائم ہے۔

قرآنِ کریم ٹالسٹائی کی اس "مکمل امن پسندی (Absolute Pacifism) " کو مسترد کرتے ہوئے ایک انتہائی حقیقت پسندانہ اپروچ پیش کرتا ہے۔ قرآن کا مقدمہ یہ ہے کہ اگر دنیا میں شر پسند عناصر کو طاقت کے ذریعے نہ روکا جائے تو وہ پوری زمین کو فساد اور خونریزی سے بھر دیں گے۔ محض اخلاقی اپیلیں ظالم کو ظلم سے باز نہیں رکھ سکتیں، اس لیے جارحیت کو روکنے کے لیے دفاعی قوت کا استعمال ناگزیر ہے۔ قرآنِ کریم اس فلسفے کو "دفعِ فساد" کا نام دیتا ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ۔[27]

اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا (روکتا) رہتا تو زمین فساد سے بھر جاتی، لیکن اللہ دنیا والوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔

اس سے یہ علمی استدلال قائم ہوتا ہے کہ قرآن امن کا داعی ضرور ہے، لیکن وہ ظلم کے سامنے ہتھیار ڈالنے یا ظالم کو کھلی چھٹی دینے کا حامی نہیں ہے۔ قرآنی نظامِ امن میں ریاست، فوج اور پولیس کے ادارے جبر کے لیے نہیں، بلکہ فساد کو روکنے اور مظلوم کے دفاع کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔[28] قرآن کا تصورِ جہاد "نظریہ جنگِ جائز" کی منصفانہ ترین شکل ہے۔ قرآن نے دفاعی تیاریوں کی جو شرط رکھی ہے، اس کا جدید سیاسی زبان میں مطلب ڈیٹرنس (Deterrence) قائم کرنا ہے:

وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا ٱسۡتَطَعۡتُم مِّن قُوَّةٖ وَمِن رِّبَاطِ ٱلۡخَيۡلِ تُرۡهِبُونَ بِهِۦ عَدُوَّ ٱللَّهِ وَعَدُوَّكُمۡ۔[29]

اور ان کے مقابلے کے لیے تم سے جہاں تک ہو سکے طاقت اور پلے ہوئے گھوڑے تیار رکھو جس سے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو خوفزدہ کر سکو۔

دورانِ جنگ، قرآن کے دیے گئے قوانین (Jus in Bello) جدید جنیوا کنونشنز سے کہیں زیادہ انسانیت نواز ہیں جنہوں نے عام شہریوں، عورتوں، بچوں اور درختوں کو نشانہ بنانے سے منع کیا۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے احکامات میں درج ہے:

لَا تَقْتُلُوا صَبِيًّا، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا شَيْخًا كَبِيرًا، وَلَا تَقْطَعُوا شَجَرًا مُثْمِرًا۔[30]

کسی بچے کو قتل نہ کرنا، نہ کسی عورت کو، اور نہ کسی بوڑھے کو، اور کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا۔

مجموعی طور پر، قرآن کریم کا پیش کردہ یہ ہمہ گیر ضابطۂ حیات محض نظریاتی نہیں ہے، بلکہ اس میں فرد کے باطنی تزکیہ سے لے کر ریاست کی خارجہ پالیسی تک ہر وہ جزو موجود ہے جو دنیا کو ایک پائیدار امن کی جانب لے جا سکتا ہے۔

نتیجہ بحث

اس تفصیلی اور تجزیاتی مطالعے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ بین الاقوامی تنازعات کے حل کے لیے قرآنِ حکیم کا پیش کردہ نظامِ امن محض چند اخلاقی نصائح یا یوٹوپیائی (Utopian) تصورات پر مبنی نہیں، بلکہ یہ ایک انتہائی حقیقت پسندانہ، ہمہ گیر اور قابلِ عمل قانونی ڈھانچہ ہے۔ جدید بین الاقوامی قانون اور اقوامِ متحدہ کا چارٹر، اپنی تمام تر افادیت اور شاندار مثالیوں کے باوجود، جس ساختیاتی اور نفاذی خلا کا شکار ہے، اس کی بنیادی وجہ اخلاقی و روحانی قوتِ نافذہ کا فقدان اور طاقتور طبقات کا استثنیٰ ہے۔ اس کے برعکس، قرآنی اصولِ امن انسان کی داخلی اور نفسیاتی تربیت سے شروع ہو کر ریاستی پالیسیوں اور بین الاقوامی سفارت کاری کے اعلیٰ ترین اداروں تک محیط ہیں۔ قرآن کا تصورِ عدلِ مطلق، انسانی جان کی غیر مشروط تکریم، اور معاہدات کی ایمانی اور اخلاقی پاسداری وہ اساسی ستون ہیں جو دنیا کو موجودہ انارکی، ریاستی بالادستی اور مستقل تصادم کی کیفیت سے نکال کر ایک پائیدار اور مثبت امن کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ عصری عالمی چیلنجز اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ موجودہ بین الاقوامی قانون اس وقت تک مؤثر

اور نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں قرآنی تصورِ عدل اور قانون کی مساوی حکمرانی کی روح شامل نہ کی جائے۔ اسی خدائی اور فطری حکمتِ عملی کے اطلاق میں ہی پوری انسانیت کی بقا، فلاح اور عالمی امن کی حقیقی ضمانت پوشیدہ ہے۔

———————————————

References

1 Muḥammad ibn Mukarram ibn Manẓūr, *Lisān al-ʿArab* (Beirut: Dār Ṣādir, 1994), 12:289.

2 Al-Qurʾān, 59:23.

3 United Nations, Charter of the United Nations, October 24, 1945, 1 UNTS XVI, art. 2(4).

4 UN General Assembly, Universal Declaration of Human Rights, December 10, 1948, 217 A (III), art. 3.

5 UN General Assembly, Universal Declaration of Human Rights, December 10, 1948, 217 A (III), art. 3.

6 Eric A. Posner, *The Twilight of Human Rights Law* (New York: Oxford University Press, 2014), 7-8.

7 Jack Donnelly, *Universal Human Rights in Theory and Practice*, 3rd ed. (Ithaca, NY: Cornell University Press, 2013), 35.

8 Oona A. Hathaway, "Do Human Rights Treaties Make a Difference?" *The Yale Law Journal* 111, no. 8 (2002): 1938, https://doi.org/10.2307/797642.

9 Al-Qurʾān, 5:32.

10 al-Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ʿUmar, *Mafātīḥ al-Ghayb (al-Tafsīr al-Kabīr)* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1420 AH), 11:332.

11 John Rawls, A Theory of Justice (Cambridge, MA: Harvard University Press, 1971), 11-12.

12 Al-Qurʾān, 5:8.

13 Marc Galanter, "Why the 'Haves' Come Out Ahead: Speculations on the Limits of Legal Change," *Law & Society Review* 9, no. 1 (1974): 114, 149.

14 al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb Aḥādīth al-Anbiyāʾ, ḥadīth no. 3475.

15 al-Bayhaqī, Aḥmad ibn al-Ḥusayn, *al-Sunan al-Kubrā* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2003), 10:236.

16 Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazīd, *Sunan Ibn Mājah*, Kitāb al-Ruhūn, ḥadīth no. 2443.

17 Al-Qurʾān, 49:13.

18 Aḥmad ibn Ḥanbal, *Musnad Aḥmad* (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 2001), 38:474, ḥadīth no. 23489.

19 Al-Qurʾān, 49:12.

20 al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad, *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn* (Beirut: Dār al-Maʿrifah, 1982), 3:143.

21 Al-Qurʾān, 49:6.

22 United Nations, *Vienna Convention on the Law of Treaties*, May 23, 1969, United Nations Treaty Series, vol. 1155, 331, Art. 26.

23 al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Shurūṭ, ḥadīth no. 2731.

24 Al-Qurʾān, 8:58.

25 Ibn al-Qayyim al-Jawziyyah, *Zād al-Maʿād fī Hady Khayr al-ʿIbād* (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1994), 3:600–605.

26 Leo Tolstoy, *The Kingdom of God is Within You*, trans. Constance Garnett (New York: Cassell Publishing Company, 1894), 16-18, 205.

27 Al-Qurʾān, 2:251.

28 Muḥammad Ḥamīd Allāh, *ʿAhd-i Nabawī mein Niẓām-i Ḥukmrānī* (Karachi: Urdu Academy Sindh, 1981), 150–155.

29 Al-Qurʾān, 8:60.

30 Mālik ibn Anas, *Muwaṭṭaʾ Imām Mālik*, Kitāb al-Jihād, ḥadīth no. 965.